بچوں کو اچھی گھریلو تربیت کے ساتھ تعلیمی اداروں میں بھی استاذ کی خصوصی توجہ، پیار، خلوص، ہمدردی اور شفقت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مدرسے کا ماحول اچھا ہو، نظم وضبط بچوں کی نفسیات کے عین مطابق ہو، اساتذہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی سمجھتے ہوں، بچوں کی نفسیات اور عادات واطوار کو اچھی طرح جانتے ہوں، بے جا سختی کے بجائے پیار ومحبت سے کام لیتے ہوں، اسے شفقت ومودت میسر ہو تو یہی بچہ ملک وملت کا بہترین خادم اور قیمتی سرمایہ ثابت ہوسکتا ہے۔

عصر حاضر کے بعض مغربی ایجادات (مثلاً ٹی وی) سے بچوں کے عادات وخصائل تباہ ہوتے اور اسلامی تشخص پر قدغن لگتے ہیں، ان سے بچوں کو دور رکھا جائے۔ قدم قدم پر بچوں کو ان کی تباہ کاریوں سے آگاہ کرنا چاہیے، اپنے بچوں کی عادات وخصائل، گردوپیش کے ماحول اور بچوں کی سوسائٹی پر گہری نظر رکھیں۔

نصاب تعلیم بھی بچوں کی ذہنی استعداد کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ طریق تعلیم آسان اور عام فہم ہونا چاہیے، اساتذہ کا رویہ مشفقانہ ہو، پیار ومحبت اور مسکراہٹ نچھاور کریں، بہترین کام پر استحسان کے الفاظ ادا کرنے میں کنجوسی کا مظاہرہ نہ کریں اور غلطیوں کو درگزر کرتے ہوئے حوصلہ افزائی کا رویہ اپنائیں۔ سکول ٹائم کے بعد فارغ اوقات کی صحیح نگرانی ہو، تعمیری کاموں میں بچوں کو مصروف رکھیں۔ ایک منظم اور مربوط نظام الاوقات کی پابندی کی عادت ڈالی جائے۔ اساتذہ اور والدین کا رویہ تمام بچوں کے ساتھ یکساں محبت وشفقت اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔ ان سے ترجیحی سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ سزا کو خوف ودہشت اور رعب داب کے بجائے بطور اصلاح اور علاج استعمال کرنا چاہیے۔ حوصلہ شکنی کے الفاظ سے اجتناب برتا جائے اور ایسی سزائیں نہ دی جائیں جو بچوں کے لیے جسمانی اور روحانی اذیتوں کا سبب بنیں۔

مختصراً یہ کہ استاد، والدین اور معاشرے کو چاہیے کہ باہمی اشتراک سے گھر، سکول اور معاشرے کو رشک جنت بنائیں تاکہ یہ بچے جو والدین کی امیدوں اور ملت وقوم کے مستقبل کے معمار ہیں، بڑے ہو کر صحیح معنوں میں دین کے خادم، ملک کے محافظ اور اللہ کے نیک بندے بن جائیں۔

## سفارتی استثناء ؟؟

اسلام آباد: امریکی سفیر کی گاڑی میں ممنوعہ اسلحہ پکڑا گیا۔ امریکی سفیر پولیس کی تحویل سے اپنے 55 میگزین اور خنجر وصول کرنے تھانے آیا، تو ایس ایچ او مارگلہ سے یہ جواب ملا:

''مقدمہ درج ہوگیا ہے۔ اب صرف عدالت سے واپس لے سکتے ہیں۔''

(ابو محمد) بشکریہ: نوائے وقت اسلام آباد 8 جون 2010ء

معاشی مسائل قسط:۳

# انشورنس اسلامی معیشت میں

ابراہیم عبداللہ یوگوی۔لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج چھلو بلتستان

**انشورنس ناجائز کیوں؟** میوچل انشورنس کے علاوہ باقی تمام طریقوں کے ناجائز اور غیر اسلامی ہونے پر اسلامی ماہرین معاشیات متفق ہیں۔یادرہے کہ اسلامی ماہرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی معیشت کے اصولوں کو جانتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلامی اصول وضع کرنے کے حامی ہیں۔ورنہ بہت سارے ایسے مسلم معیشت دان موجود ہیں جو ربوا کو بھی نہ صرف جائز سمجھتے ہیں؛ بلکہ اس کے حامی بھی ہیں۔اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ انشورنس/ بیمہ اسلامی تعلیمات اور اصول تجارت کے منافی اور ان سے متصادم ہے۔اس کی چند قباحتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ انشورنس کمپنیاں جو رقم پریمیم (Premium) کی شکل میں وصول کرتی ہیں ان کے بہت بڑے حصے کو سودی کاموں میں لگا کر فائدہ (Interest) حاصل کرتی ہیں۔اس طرح ناجائز کاروبار میں وہ لوگ خود بخود حصہ دار بن جاتے ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں اپنی زندگی یا کسی دوسری چیز (Good) کو ان کے پاس انشور کراتے ہیں۔

۲۔ موت یا حوادث یا کسی نقصان کی صورت میں انشورنس کمپنیاں جو رقم دینے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لیتی ہیں، ان کے اندر قمار (جوا) کا اصول پایا جاتا ہے۔

۳۔ موت کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے شریعت اسلامیہ کی رو سے اس کی حیثیت متوفی کے ترکے کی سی ہے جسے شرعی اصولوں کے مطابق متوفی کے وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔مگر انشورنس میں عملاً ایسا نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ رقم صرف انہی افراد کو ملتی ہے جن کے لیے پالیسی ہولڈر نے وصیت کی ہو، دوسرے وارث اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔حالانکہ وارث کے حق میں وصیت کرنا شرعاً درست نہیں اور نہ ہی یہ وصیت نافذ العمل ہوسکتی ہے۔حدیث رسول ہے: ''**لاوصیة لوارث**'''' کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔'' [سنن أبی داؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فی الوصیة للوارث ،سنن الترمذی کتاب الوصایا باب ۵ ماجاء لاوصیة لوارث ح ۲۱۲۰ وقال حسن صحیح ، سنن النسائی کتاب الوصایاباب إبطال الوصیة للوارث امام بخاریؒ نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔حدیث ان کی شرط کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے نہیں لائی۔]

۴۔ پالیسی میں وقت کا تعین ہوتا ہے اور اگر اس مقررہ وقت کے اندر اس کو موت نہ آئے اور اس نے پوری رقم

ادا کر دی تو اصل رقم منافع (سود) کے ساتھ واپس مل جاتی ہے، جس کو "بونس" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۵۔ گڈز انشورنس (Goods Insurance) کی صورت میں مقررہ مدت میں اگر مذکورہ حادثہ پیش نہ آئے تو بیمہ دار کو جمع شدہ رقم واپس نہیں دی جاتی، جبکہ حادثہ پیش آنے کی صورت میں چاہے اس نے چند ہی قسطیں کیوں نہ دی ہوں وہ اس پوری مقرر شدہ رقم کا حقدار قرار دیا جاتا ہے جو معاہدہ کے وقت طے ہوتی ہے۔ اس میں بھی سراسر جوا اور سود شامل ہوتا ہے۔

۶۔ لائف انشورنس (Life Insurance) کی صورت میں پالیسی ہولڈر پریمیم کی شکل میں جتنی قسطیں ادا کرتا ہے، وہ اس سے کئی گنا بلا کسی عوض کے وصول کرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایک لاکھ کی پالیسی خریدتا ہے اور انشورنس کمپنی کو سالانہ 7164 روپے کے حساب سے بیس اقساط ادا کرتا ہے تو گویا 20×7164=143280 روپے ایک لاکھ کی پالیسی کے لیے بیس سال میں ادا کرتا ہے۔ اور بیس سال کے بعد (یا اس سے بھی قبل انتقال کی صورت میں) تین یا پانچ لاکھ روپے (جیسی پالیسی ہو) وصول کرتا ہے۔ ادا شدہ رقم اور وصول شدہ رقم کے درمیان جو فرق ہوگا خالص سود ہوگا۔

۷۔ بیمہ شدہ شے کی ہلاکت یا نقصان پر کمپنی جو رقم ادا کرتی ہے وہ بھی سود اور جوا کے حکم میں ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے اپنی گاڑی کا بیمہ کرایا اور ایک لاکھ کی پالیسی خریدی، پندرہ سو روپے جمع کرایا تھا کہ اس کو نقصان پہنچا۔ اب معاہدے کی رو سے کمپنی اس کو تین لاکھ روپے ادا کرنے کی پابند ہے۔ اس طرح وہ انشورنس کی رقم مبلغ تین لاکھ روپے مبلغ پندرہ سو روپے کے بدلے وصول کرتا ہے۔ یہ سود اور جوا نہیں تو اور کیا ہے؟

**بیمہ کو کیسے اسلامائز کیا جائے؟** مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر مروجہ بیمہ/ انشورنس کا طریقہ کار اسلامی نہیں ہے۔ اس کو اسلامی خطوط پر چلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے طریقوں میں ترمیم کی جائے اور اسلام کے اصول تجارت و معیشت کو مدنظر رکھ کر اس کے اصول اور قواعد مرتب کیے جائیں۔ انشورنس کی پالیسیاں مرتب کرتے وقت درج ذیل امور پر عمل درآمد کیا جائے تو یہ بھی اسلامی اخلاقی نظریہ کے مطابق ایک جائز کاروبار بن جائے گا۔ ان شاء اللہ

۱۔ حکومت/ ریاست نجی کمپنیوں کے زرضمانت (Reserves) کو ایسے سرکاری اور نیم سرکاری صنعتی اور تجارتی کاروبار میں شراکت کے اصول پر لگائے اور کمپنی کو معین منافع کے بجائے متناسب منافع جو معاہدہ شراکت کے وقت طے ہو ادا کرے۔ اس طرح حلال آمدنی سے ایک فنڈ فراہم ہوگا۔

۲۔ انشورنس کمپنی اپنے دوسرے سرمائے کو بھی سودی لین دین اور سودی قرضوں کی بجائے کسی منافع بخش کاروبار

میں لگائے۔ کسی بھی سودی کاروبار میں رقم بالکل نہ لگائی جائے۔

۳۔ زندگی یا دوسری اشیاء کا بیمہ صرف ان لوگوں کا قبول کیا جائے جو دو باتوں کو تسلیم کریں:

(الف) ان کی موت کے بعد صرف ان کی جمع شدہ رقم ہی ان کے وارثوں کو دی جائے گی۔

(ب) شرعی قوانین کے مطابق یہ رقم شرعی وارثان (ذوی الفروض اور عصبہ) میں تقسیم کی جائے گی۔

۴۔ املاک یا اشیاء کی صورت میں بھی ادا شدہ رقم سے زیادہ بیمہ کرانے والے کو نہ دی جائے۔

۵۔ بیمہ کرنے والوں میں سے جو لوگ اپنی رقم پر منافع چاہتے ہوں' ان کا روپیہ ان کی اجازت سے صنعتی، تجارتی، زرعی یا دیگر منافع بخش کاروبار میں شرکت و مضاربت کے اصول پر لگا دیا جائے۔

۶۔ جمع شدہ رقم تجارت میں لگانے کی صورت میں منافع معین (Fixed) نہ ہو بلکہ متناسب ہو۔ پہلے سے یہ طے کر لے کہ منافع کمپنی اور بیمہ کرانے والے کے درمیان کس نسبت/ تناسب سے تقسیم ہو گا۔

۷۔ زندگی کا بیمہ حکومت/ ریاست کے زیر اہتمام عمل میں لایا جائے اور اس کو کفالت عامہ کے نظام کے تحت منسلک کر دیا جائے اور خطرہ پیش آنے کی صورت میں حاجت مندوں کو اتنی مالی امداد ملنے کی ضمانت دی جائے کہ اس کے متعلقین کی ضروریات زندگی پوری ہو سکیں، اس مقصد کے لیے افراد سے کوئی پریمیم (Premium) نہ لیا جائے۔

۸۔ انشورنس کمپنیوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اپنے کام میں ایسے طریقوں سے احتراز کریں جن کا لازمی نتیجہ سود، جوا، دھوکہ (غرر) یا ضرر رسانی کی صورت میں نکلے۔ اگر حکومت دانشمندانہ پالیسی اپنائے اور سرپرستی کرے تو بیمہ کو بآسانی اسلامی رنگ میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اعانت و معاونت حاصل ہو سکتی ہے اور اسلام بھی اس مقصد عظیم کا خواہاں ہے جس میں بلاسود و قمار بازی لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

مولانا احسن گیلانی ''بیمہ'' پر یوں تبصرہ کرتے ہیں: ''واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے ابتداء میں جو نقشہ قائم کیا تھا کاش کچھ دن بھی مسلمان اس نقشے کو باقی رکھتے تو آج گھبرا کر نہ امیر انشورنس کے دامن میں پناہ ڈھونڈتے نہ غریبوں اور کاشتکاروں کی مشکلات کا حل باہمی اتحاد و تعاون والے سود خور انجمن میں سوچا جاتا۔ مہاجن (ساہوکار) سے نکال کر اس کے حلق پر ان انجمنوں کی چھری چلائی جاتی ہے۔ مسلمان علماء کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ سود اور بیمہ وغیرہ کی شکلوں کے جواز کی صورت پیدا کی جائے۔ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام کے نظام میں ان مشکلات کے حل کی کوئی تدبیر نہ تھی اور گویا یورپ کا ذہن پہلی دفعہ ان مسائل کی طرف منتقل ہوا۔ لیکن کیا کیجئے کہ تصویر کے ایک حصے کو دیکھنے سے پوری تصویر کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس زمانے کی سرمایہ دار حکومتیں بے روزگار